AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

Nushirvan Beyond Empire: Literary Afterlives of a Pre-Islamic Monarch in Persian and Urdu Classical Traditions

نوشیر وان ماورائے سلطنت فارسی و اردو کلاسیکی روایت میں ایک قبل از اسلام بادشاہ کی ادبی حیاتِ ثانیہ

ڈاکٹر عائشہ مقصود

پوسٹ ڈاکٹورل ریسرچ فیلو، ادارہ زبان و ادبیات اردو، جامعہ پنجاب، لاہور

پروفیسر ڈاکٹر محمد کامران

ڈین فیکلٹی آف اورینٹل لینگویجز، جامعہ پنجاب، لاہور

Abstract:

Nushirvan Sasanian was a prominent ruler of the Sasanian Empire who ascended the throne in 531 CE at the height of imperial power, ruling over a vast state spread across four regions. Remembered in history as a just and wise monarch grounded in the Zoroastrian faith, he achieved major military victories in Rome and Yemen, while also forcefully eliminating the Mazdaki movement, reportedly ordering the killing of nearly forty thousand Mazdakites. His lasting importance in Iranian history lies in his preservation and revival of the institution of monarchy, which became the primary reason for his glorification. Despite being a pre-Islamic and non-Muslim ruler, Nushirvan gained exceptional acceptance in post-Islamic Persian and Urdu classical literature, where the monarchical ideal continued to shape literary imagination. From Shahnameh of Ferdowsi and Gulistan of Sa'di to Urdu works such as Dastan-e-Amir Hamza, Nushirvan occupies a unique position unmatched by any other Iranian king across multiple literary traditions. This study presents a comparative analysis of history and literature to examine why a pre-Islamic figure remained admired after the transformation of the religious system, and to explore the universal human and political values through which historical personalities—regardless of religious affiliation—are elevated to enduring literary models.

Keyword: *nushirvan, shahnameh, ferdowsi, gulistan-e-sadi, dastan-e-amir Hamza, justice, Iranian history, sasanian empire, pre-Islamic, mazdaki, soft power, literature.*

نوشیر وان ساسانی تاریخ اور ادب کے کے دوراہے پر کھڑا ایسا کردار ہے جو اس سوال کو جنم دیتا ہے کہ مذہب اور ادب باہم دگر کس طرح جڑے ہوتے ہیں۔ تاریخ میں نوشیر واں ایک طاقت ور بادشاہ، منظم ریاست اور بادشاہت کے مضبوط ادارے کی علامت ہے، جب کہ ادب میں وہ عدل، دانائی اور مثالی حکمرانی کا استعارہ بن کر سامنے آتا ہے۔ جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ادب محض تاریخ کا عکس نہیں ہوتا بلکہ وہ اقتدار کے بعض پہلوؤں کو منتخب کرتا ہے، انھیں ترتیب دیتا ہے اور معنی عطا کرتا ہے۔ اسی عمل کے ذریعے بادشاہت کو اخلاقی جواز، فکری وقار اور تہذیبی تسلسل حاصل ہوتا ہے۔

یہ مضمون اس کو روشن کرتا ہے کہ بادشاہت محض تلوار یا سیاسی طاقت کے بل پر قائم نہیں رہتی بلکہ اسے برقرار رکھنے کے لیے مذہب اور ادب جیسے طاقت ور بیانیے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایران میں دینِ زرتشت نے بادشاہ کو خدائی نظام کا محافظ بنا کر پیش کیا، مسلم فتوحات کے بعد کے ادب نے

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بھی اسی بادشاہ کو مذہبی تبدیلی کے باوجود ایک مثالی حکمران کے طور پر قبول کیا۔ اس رجحان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذہب اور ادب، دونوں، ہر عہد میں اقتدار کو اخلاقی اور فکری سہارے فراہم کرتے رہے ہیں، اگرچہ ان کے زاویے اور ترجیحات بدلتی رہی ہیں۔

پیشِ نظر مباحث کا مقصد تاریخ اور ادب کے تقابلی مطالعے کے ذریعے یہ سمجھنا ہے کہ کن اوصاف اور بیانیاتی حکمتِ عملیوں کے باعث بادشاہت کو مختلف مذہبی اور تہذیبی ادوار میں قبولیت حاصل ہوتی رہی۔ اسی طرح یہ بھی واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ ادب کس طرح بعض اوقات مذہبی بیانیے سے ہٹ کر بھی اقتدار کو مثالی صورت میں پیش کرتا ہے، اور یوں بادشاہت ایک سیاسی ادارہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ادبی اور فکری قدر میں ڈھل جاتی ہے۔

نوشیرواں خاندان ساسانیہ کے زمانہ عروج کا بادشاہ تھا۔ نوشیرواں 531ء میں تخت نشیں ہوا۔ اس کی ریاست چار اقلیموں پر پھیلی ہوئی تھی۔ اسے عادل اور دانش مند بادشاہ کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ یہ دین زرتشت پر قائم تھا۔ تاریخ میں اس نے روم اور یمن کی شاندار فتوحات حاصل کیں لیکن مزدک مذہب کا خاتمہ نوشیرواں کے ہاتھوں ہوا۔ اس نے کم و بیش چالیس ہزار مزدکیوں کو قتل کرایا۔ نوشیرواں کی ایرانی تاریخ میں اہمیت اس لئے بھی ہے کہ اس نے بادشاہت کے ادارے کو محفوظ کرنے کی سعی کی۔ اسی بنیاد پر اسے گلوریفائی کیا جاتا ہے۔ ایک غیر مسلم بادشاہ کو مسلمان لکھاریوں نے بھی ادب کا موضوع بنایا۔ آج تک فارسی اور اردو کلاسیک ادب نظام بادشاہت سے متاثر ہے۔ چاہے شاہ نامہ فردوسی ہو یا گلستان سعدی یا اردو میں داستان امیر حمزہ، نوشیرواں کو یہ استثنا حاصل ہے۔ ایرانی تاریخ کا کوئی اور بادشاہ ایک سے زیادہ زبانوں کے کلاسیک ادب کا حصہ نہیں بنا ہے۔ جس طرح اسے ادب میں قبولیت حاصل ہوئی ہے کسی اور بادشاہ کے حصے میں نہیں آئی ہے۔ ادب اور تاریخ کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو وہ حقائق سامنے آتے ہیں جن کی وجہ سے بادشاہت کا قبل اسلام کردار بعد از اسلام یعنی مذہبی نظام تبدیل ہونے کے بعد بھی قابل قبول اور پسندیدہ رہا ہے۔ اسی طرح اس مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کے وہ کون سے اسباب ہیں جو تاریخ کے کرداروں (خواہ مثبت ہوں یا منفی) کو ادبی درجہ دیتے ہیں۔ ادب جسے ایک زمانے تک مذہب کے بیانیے کے طور پر برتا گیا وہاں بعد از اسلام، دین زرتشتی رکھنے والے بادشاہ کو گلوریفائی کر کے رول ماڈل بنا کر پیش کیا ہے۔

ایران میں بادشاہت کی تاریخ پر نظر ڈالتے چلئے۔۔۔ ایلام (۵۱۹۔۲۷۰۰ ق م)، سلطنت ماد (۷۱۵۔۵۴۹ ق م)، ہخامنشی سلطنت (۵۵۸۔۳۳۰ ق م)، سلطنت اشکانیان (۲۴۷ ق م۔۲۲۴ عیسوی)، سلطنت ساسانی (۲۲۴۔۶۵۱ عیسوی) قائم رہیں۔ ۶۵۱ میں عربوں نے ایران فتح کر لیا جس کے بعد ایران (۶۵۱۔۱۹۲۵ عیسوی) نظام خلافت کا حصہ رہا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ایران کا نظام بھی تبدیل ہوا، پہلوی سلطنت (۱۹۲۵۔۱۹۷۹ عیسوی) ایران کے شاہی نظام کی آخری سلطنت رہی ہے۔

تاریخ ایران میں ہخامنشی سلطنت کا آخری بادشاہ داریوش تھا جسے سکندر اعظم نے شکست دی۔ 500 برس تک ایران یونانیوں اور اشکانیوں کے زیر تسلط رہا۔ اس کے رد عمل میں ایک تحریک شروع ہوئی جو زمین سے جڑی ہوئی قومی تحریک تھی جس کا سرکردہ اردشیر بابکان بن ساسان تھا۔ اس نے آخری اشکانی حکمران اردوان کو شکست دے کر 226 عیسوی میں اپنے باپ ساسان کے نام پر ساسانی حکومت اور سلطنت کی بنیاد رکھی۔

ایرانی قدیم میں جس خاندان نے بھی نئے عہد حکومت کی بنیاد رکھی۔ ایرانی تاریخ میں ہر شاہی خاندان کے ساتھ اس کی توثیق کے لیے کوئی نہ کوئی روایت، یا کہانی ملتی ہے جو یہ ثابت کرتی ہے کہ بادشاہت پر اسی خاندان کا حق ہے، صرف خاص خاص لوگ ہی خدا کی طرف سے چنے جاتے ہیں جس کی خبر خواب کی صورت میں ملتی ہے اور وہی کہانیاں روایت بڑھاتی ہیں۔ ساسانی دور کے آغاز کی توثیق بھی ایک ایسی ہی روایت سے ہوتی ہے۔ اس روایت کا ذکر ہمیں تاریخ کی تمام کتابوں میں ملتا ہے اس کے ساتھ شاہ نامہ فردوسی میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ جس دستاویز میں ساسانی دور کی آغاز اور نظام کی معلومات ملتی ہیں وہ اس عہد کی کتاب ''خدائی نامک'' ہے اسی کتاب کا حوالہ ہمیں فردوسی کی شاہ نامے میں ملتا ہے۔ کتاب کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں؛

> ''شاہی اصطبل کی چرواہے ساسان کو دیکھا کہ اس کے سر سے افتاب طلوع ہو رہا ہے اس کی روشنی دنیا
> کی کونے کونے میں پھیل رہی ہے دوسری رات اس نے پھر ساسان کو خواب میں دیکھا کہ وہ سفید ہاتھی
> پر سوار ہے لوگ جوق در جوق اس کے پیچھے چلے آرہے ہیں سر جھکا کر عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تیسری رات یہ دیکھا کہ ساسان کے گھر سے مقدس آگ کے شعلے نکل نکل کر بلند ہو رہے ہیں اور ہماری دنیا کو روشن کر رہے ہیں۔۔۔۔ دانش مندوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی سب نے متفقہ طور پہ کہا کہ ساسان کے گھر میں ایک نئی عظیم الشان حکومت کی بنیاد رکھی جائے گی جس سے دین زردشتی کا احیا ہو گا آخر پاپک نے ساسان کو باریابی کا شرف بخشا جب اسے معلوم ہوا کہ ساسان ہخامنشی خاندان کا چشم و چراغ ہے تو اس نے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی جس سے اردشیر پیدا ہوا۔"[1]

یہ ایک داستان ہے لیکن اس کی رو سے ساسانیوں کے بادشاہت کے حق دار ہونے کی توثیق کرتی ہے۔ ساسانی عہد کے بانی اسی "شوکت خسروانہ" کے مدعی تھے جو قدرت نے ہخامنشی تاجداروں کو عطا کی تھی "شوکت خسروانہ" ایک مقدس امانت سمجھی جاتی تھی۔ یہ صرف بادشاہ کو نصیب ہوتی تھی اور بادشاہت کا حقدار وہی سمجھا جاتا تھا جس کی رگوں میں شاہی خون ہوتا تھا۔ اہل ایران اس کے عقیدت سے پیروکار تھے اور اسی عقیدے کے اثرات یہ تھے کہ تاریخ میں کئی بار بڑے بااثر جرنیلوں نے بغاوت کی لیکن وہ بادشاہت اور تاج و تخت حاصل نہ کر سکے کیونکہ وہ "شوکت خسروانہ" کے امانت دار نہیں تھے۔

اردشیر سے ساسانی دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اردشیر نے فوج منظم کی اور اشقانی بادشاہ اردوان پنجم کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا کرمان کا قلع فتح کر لیا یہ قلعہ اردشیر کے نام سے مشہور ہوا۔ آخری لڑائی 226 عیسوی میں ہرمز کے مقام پر ہوئی جس میں اردوان مارا گیا اور اس فتح کے بعد اردشیر نے اپنے باپ کی نسبت سے ساسانی عہد کی بنیاد رکھی اور خسرو یا کسرہ کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا۔ اردشیر اپنے سلسلہ نسب پر فخر کرتا تھا۔ اس کا نسب قدیم بادشاہوں گشتاسب اور دارائے اعظم سے ملتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ زردشتی مذہب کی کتاب "اوستا" کو مرتب کرنا ہے۔

اس کے بعد اردشیر کا بیٹا شاہ پور اول تخت نشیں ہوا جس نے 260 عیسوی میں یونانی بادشاہ دلیرین پر فتح پائی، اسے قید کیا اور اس کی ریاست ایران میں شامل کر لی اس فتح کی یادگار "نقش رستم" ہے۔ شاہ پور کے عہد میں مشہور مذہبی تحریک "مانویت" چلی جس کا دائی مانی تھا ابو الریحان البیرونی لکھتا ہے کہ مانی کے پیش کردہ مذہب نے اہل مشرق اور اہل مغرب دونوں کو متاثر کیا۔ لیکن مشرق میں ذرتشتیوں نے اور مغرب میں عیسائیوں نے ان پر ظلم و ستم میں کوتاہی نہ کی ایڈورڈ گبن، تاریخ انحطاط و زوال روما میں لکھتے ہیں:

"مانی نے حضرت عیسی علیہ السلام اور زرتشت کے بعض دینی عقائد کو ملا کر ایک نئی دین کی بنیاد رکھی اور یہ ایک ایسی کوشش تھی جس سے مانی نے عیسائیوں اور آتش پرستوں کو اپنا دشمن بنا لیا۔"[2]

مانی کے نظریے میں کائنات میں دو خالق ہیں ایک نیکی کا خالق اور دوسرا بدی کا۔ روشنی اور تاریکی دو جاودانی اصول ہیں جو چیز اچھی اور مفید ہے روشنی سے منسوب ہے اور جو بری اور زر، رساں ہیں وہ تاریکی سے متعلق ہے۔ آغاز میں روشنی اور تاریکی الگ الگ تھیں لیکن جب آپس میں ملیں تو اس کے نتیجے میں کائنات وجود میں آئی یہ روشنی اور تاریکی جب دوبارہ الگ ہو جائیں گی تو کائنات ختم ہو جائے گی۔ جو شخص دنیا میں رہ کر دنیا دارانہ زندگی گزارتا ہے وہ گویا بدی میں اضافہ کرنے کا موجب بنتا ہے مانی کہتا تھا کہ دنیا سے کنارکشی کرنا ہی افضل ہے۔ شاہ پور کا بھائی مانی کا مذہب قبول کر چکا تھا اسی کی وساطت سے مانی نے شاہ پور کی تاج پوشی پر 242 عیسوی میں دربار میں پیش ہوا اور اپنے مذہب کی پیشکش کی۔ کچھ عرصے بعد مانی اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے ہندوستان چین اور تبت بھی پھرتا رہا۔ چین میں تاوازم مانویت کی ہی دوسری صورت ہے۔ مانی ایک زمانے بعد وطن واپس آیا۔ اس وقت حکومت بہرام اوّل کے ہاتھ میں تھی جس نے 273 عیسوی سے 276 عیسوی تک حکومت کی۔ اس نے مانی مذہب کو نسل انسانی کے لیے مہلک قرار دیا، چنانچہ اس نے مانی اور اس کے پیروکاروں کا قتل عام کروایا۔ مانی نے اپنی پیغمبری کے دعوے میں ایک کتاب "شاہ برکان" لکھی، اس نے اپنا ایک خط بھی ایجاد کیا تھا۔ مانی ایک مشہور مصور تھا اس نے اپنا مرقع بھی تیار کیا جو "ارژنگ مانی" کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ اپنی پیغمبری کے دعوے میں اسی مرقعے کو معجزے کے طور پر پیش کرتا تھا۔ شاہ پور کے بعد اہم بادشاہ قباد بن شاہ پور تھا۔ اس کے دور میں ایک اور شخص نے نئے دین کو پیش کیا اور پیغمبری کا دعوی کیا اس کا نام "مزدک" تھا۔ اس کا مقصد انسانی مساوات کو بحال کرنا تھا اس کا خیال تھا کہ حسد لالچ غصہ وہ برائیاں ہیں جو انسانی مساوات کو تباہ کر دیتی ہیں اس لیے ان سے بچنا چاہیے۔ مشہور مستشرق

نولد لکھتے ہیں یہ مزدک کے نئے مذہبی عقائد کی بنیاد سیاست پر قائم تھی وہ چاہتا تھا کہ آتش پرست امرا اور موبدوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کا خاتمہ کرے قباد نے مذہبی دباؤ کے تحت مزدکی عقائد کو جزوی طور پر تسلیم کر لیا۔ اس کے نتیجے میں یہ عقائد اس کی تخت سے دستبرداری کا سبب بنے۔ قباد کے بیٹے خسرو اول نے فتنہ مزدیک کی بیخ کنی کرنے کے لیے 528 عیسوی کے آخر میں مزدک اور اس کے چار ہزار پیروکاروں کو قتل کرایا۔ اس شاندار کامیابی کے اعزاز میں اس کو بادشاہت ملی، مزدکی فتنے کو ہمیشہ کے لیے خاموش کروانے کی وجہ سے خسرو اول کو "انوشین رواں" یعنی "نوشیرواں" کا لقب ملا جس کا مطلب ہے "غیر فانی روح" بالآخر وہ تاریخ میں نوشیرواں عادل کے نام سے مشہور ہوا۔ لغت نامہ دہخدا میں اس کے نام کے ضمن میں درج ہے:

"انوشیروان: (بمعنی جاوید۔ جاویدان۔ دارای روان جاوید)۔۔۔ ظہور خسرو اول کہ در تاریخ بلقب
انوشیروان (انوشک روان یعنی جاویدان روان) معروف است و مطلع درخشانتر بن دورہ عہد ساسانی
است۔ فرقہ خطرناک مزدکی مغلوب و سرکوبی شدہ بود در داخلہ صلح و سلم حکمفرما بود۔"[3]

نوشیرواں کو تاریخ ایران اور فارسی ادب میں بہت اہمیت حاصل ہے اس کو شاہانہ اوصاف کا کامل نمونہ سمجھا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ اس کے دامن پر مزدکیوں کے خون کے دھبے ضرور ہیں۔ لیکن مزدک کی تعلیم کئی اعتبار سے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی مثلاً مزدک اشتراکیت کا شدید ترین حامی تھا اس کے نظریات کا دائرہ عمل بہت وسیع تھا وہ عورتوں پر بھی مشترکہ حق شوہریت کا حامل تھا یہ تعلیم یقیناً مخرب الاخلاق اور ناقبل برداشت تھی۔ اگر ان نظریات کی حوصلہ افزائی کی جاتی تو اخلاقی قومی اور ملکی تباہی میں کسی شبہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے مزدک اور مزدکیوں کے قتل عام کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا اور نوشیرواں کو اس فعل کی وجہ سے مذہبی جنونی نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نوشیرواں کو دوسرے مذاہب کے مطالعے کا بھی شوق تھا یعنی نوشیرواں کثیر المذاہب علوم کے فروغ اور ترجمے کے سلسلے میں سرپرستی کرتا رہا۔

عہد نوشیروان ساسانی دور کا عروج تھا۔ اس نے ملکی خوشحالی کے لیے نہایت مفید اقدامات کیے۔ تجارت کے قوانین بنائے ذرائع رسل و رسائل کی طرف خاص توجہ دی خارجی استحکام کے لحاظ سے اس نے ایران کو ناقابل تسخیر بنا دیا۔ اس کے عہد حکومت میں ملک خوشحال اور عوام پر امن تھے۔ بیرون ملک سے آنے والے سیاحوں کی بڑی قدر و منزلت کی جاتی تھی۔ نوشیرواں کے دربار میں یونان سے سات فلسفی آ کر پناہ گزین ہوئے ان فلسفیوں کو یونانی بادشاہ جسٹن ٹین نے مذہبی تعصب کی بنا پر ملک بدر کرنے کی سزا دی تھی۔ ان فلسفیوں کی دربار ایران میں بڑی آؤ بھگت ہوئی یہ لوگ افلاطونی تعلیم کے مبلغ تھے اور ان کے فلسفہ تعلیم کو نوفلاطونیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نوشیرواں علم پرور بادشاہ تھا۔ اس نے جندشاہ پور میں ایک یونیورسٹی بنائی، جس میں فلسفہ طب اور متعدد علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کے حکم پر افلاطون اور ارسطو کی کتابیں پہلوی زبان میں ترجمہ ہوئیں۔ وہ اکثر ان کتب کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ نوشیرواں کے حکم سے ایک کتاب "خدائی نامک" پہلوی زبان میں لکھی گئی۔ جس میں ساسانی دور کے نظام حکومت اور تاریخ پر معلومات ملتی ہیں۔ اسے نثری "شاہ نامہ" سمجھنا چاہیے۔ ہندوستان کی مشہور کتاب "کلیلہ و دمنہ" اسی کے حکم سے پہلوی زبان میں ترجمہ کروائی گئی۔ اس کے دربار کا مشہور حکیم بزوریہ نوشیرواں کے حکم پر ہی ہندوستان سے یہ کتاب لے کر اس کے دربار میں پہنچا تھا۔ اس زمانے میں ایران مشرق و مغرب میں علوم کا بہت بڑا مرکز سمجھا جاتا تھا۔

نوشیرواں کا ذکر اس کے دانشمند وزیر، بزرجمہر کے بغیر نامکمل ہے۔ یہ ساسانی عہد کا بہت بڑا عالم تھا۔ یہ نوشیرواں کے بیٹے شہزادہ ہرمز کا اتالیق مقرر رہا، پھر ترقی کرتے کرتے وزارت کے عہدے پر فائض ہوا۔ نوشیرواں کے بیشتر ملکی اصلاحات کا محرک بزرجمہر ہی تھا۔ ادبی روایت میں یہ قصہ بھی ملتا ہے کہ ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش آنے والے معجزات کو نوشیرواں خواب میں دیکھ چکا تھا۔ اپنے خواب کی تعبیر معلوم کی، تاریخ بتاتی ہے کہ ایک ہزار سال سے جلنے والا آتشکدہ بجھ گیا۔ کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔ یہ چودہ کنگرے 14 ساسانی بادشاہ تھے جو نوشیرواں کے بعد حکومت کریں گے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"ساسانیوں کی سلطنت | مقدس آگ جو ایک ہزار سال سے جل کے لئے بدشگونی رہی تھی، بجھ گئی۔
ساوہ جھیل کا پانی دفعتاً خشک ھوگیا اور موبد موبدان نے خواب میں دیکھا کہ دجلے کی طرف عربی
گھوڑے اور اونٹ ایران کا مغرب پامال کر رہے ہیں۔"[4]

اس کے بعد عربوں کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ نا اہل بادشاہوں، درباری ریشہ دوانیوں اور جرنیلوں کی بغاوت کے نتیجے میں 75 برسوں میں 14 بادشاہ ہو گزرے۔ نوشیرواں 578 عیسوی میں دار فانی سے کوچ کر گیا اور اس کے بعد عظیم ساسانی عہد کا زوال شروع ہوا۔ ساسانی دور کا آخری بادشاہ خسرو پرویز 590 میں تخت نشیں ہوا۔ اس کے دور میں ایک سالار بہرام کے ساتھ خانہ جنگی میں تخت سے ہاتھ دھوئے بعد ازاں رومی بادشاہ کی فوجی امداد سے اس نے تخت واپس حاصل کیا اور 591 میں دوبارہ سے تخت نشیں ہوا۔ خسرو پرویز کی تاریخ میں اہمیت دو معاملات کی وجہ سے ہے ایک شیریں فرہاد کا قصہ اور دوسرا، دین اسلام کی دعوت جس میں پرویز نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے گئے مراسلے کو چاک کر دیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد خسرو کو زوال کی علامتیں نظر آنی شروع ہوئیں۔

"خواب میں ایک فرشتہ نظر آیا جس نے عصا ہاتھ میں لے کر توڑ دیا۔ یہ عصا ایرانی قوت اور شوکت کا
مظہر تھا۔ پھر اسے دیوار پر غیبی ہاتھ کا لکھا ہوا نظر آیا۔"[5]

ایرانی تہذیب اور ادب کی تاریخ زمانہ قدیم سے ہی متاثر کن رہی ہے۔ زمانہ قدیم سے بیسویں صدی تک بادشاہی نظام بہت استحکام سے قائم رہا ہے۔ اس کے مقابل نظام مذہب دیکھیں تو دین اسلام کی آمد سے پہلے دین زرتشت طویل زمانوں سے استحکام کے ساتھ نافذ رہا ہے۔ کچھ اور مذاہب بھی سامنے آئے بڑی تعداد میں عوام کو متاثر بھی کیا جیسے مانویت اور مزدکیت، لیکن ان مذاہب نے نظام بادشاہت کو استحکام نہیں دیا۔ لہذا، ان کی بیخ کنی کر دی۔ اس کے بعد دین زرتشت اور کتاب اوستا کا احیا کر لیا جاتا تھا۔ ایرانی تاریخ میں ابتدا سے ساسانی سلطنت تک واحد دین زرتشت ہمیشہ بادشاہی نظام کے متوازی کھڑا نظر آتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مذہب نظام بادشاہی اور ریاست کی بقا کا ضامن ہے۔

دوسرا اہم جزو فارسی ادبیات میں "شاہ نامہ "لکھنے کی روایت ہے۔ قدیم زمانے میں شاہنامہ نویسی یعنی ایران کے بادشاہوں اور پہلوانوں کو یاد رکھنے کا عمل ایران میں بہت قدیم زمانے سے چلا آتا ہے، چنانچہ تورات میں لکھا ہے کہ ہخامنشیوں کے زمانے میں بادشاہوں کے حالات اور ان کے کارنامے لکھے جاتے تھے۔ اس طرح شاہناموں میں سے ایک شاہنامہ جو ہمارے زمانے تک پہنچا ہے۔ "خدای نامہ" (شاہنامہ) پہلوی ہے۔ یہ شاہنامہ ساسانیوں کے دور حکومت میں کہا گیا۔ ایک ایرانی عالم ابن مقفع نے اس کا ترجمہ پہلوی زبان سے عربی زبان میں کیا تھا۔ "شاہنامہ فردوسی" فارسی زبان کی ایک رزمیہ داستان ہے۔ اس کتاب میں شروع سے آخر تک جنگ شجاعت، بہادری، قتل و خون کے واقعات بیان ہوئے ہیں اس کے ساتھ فلسفیانہ موضوعات، اجتماعی و اخلاقی مطالب دانشمندانہ گفتگو بھی زیب داستان ہے۔ فردوسی اپنے "شاہنامہ" کے دفتر، "پادشاھی کسری نوشین روان چھل و ھشت سال بود"، میں نوشیرواں کے تخت نشیں ہونے کا احوال لکھتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

آغاز داستان	اردو ترجمہ
چو کسری نشست از بر تخت عاج	جب کسریٰ عاج کے تخت پر بیٹھا
بہ سر بر نھاد آن دل افروز تاج	اور اس نے سر پر وہ دل کو خوش کرنے والا تاج رکھا،
بزرگان گیتی شدند انجمن	تو دنیا کے بڑے بڑے سردار جمع ہو گئے،
چو بنشست سالار بارای زن	جب سالار نے عقل مند بیوی کے ساتھ نشست اختیار کی۔
سر نامداران زبان برگشاد	نامور لوگوں کے سردار نے زبان کھولی
ز دادار نیکی دھش کر دیاد	اور اللہ تعالیٰ سے نیکی کی دعا کی،
چنین گفت کز کردگار سپھر	یوں کہا کہ آسمان کے پروردگار کی طرف سے
دل ماپر از آفرین بادو مھر	ہمارے دل تعریف اور محبت سے بھرے رہیں۔
کزویست نیک و بدویست کام	کہ نیکی اور بدی اسی کی طرف سے ہے
از و مستمندیم وزوشاد کام	اور مراد پانا بھی اسی کے اختیار میں ہے،
از ویست فرمان وزویست مھر	ہم اسی کے محتاج ہیں اور اسی سے خوش نصیب،
بہ فرمان او یست برچرخ مھر	حکم بھی اسی کا ہے اور مہر (محبت و رحمت) بھی اسی کی طرف سے ہے۔
زرای وز تیمار او نگذریم	اسی کے حکم سے سورج فلک میں گردش کرتا ہے
نفس جز بہ فرمان او نشمریم	اور کائنات کا نظام اسی کے فرمان سے قائم ہے۔

[6]

فردوسی نے شاہنامہ کی ابتداء میں حمد خدا، نعت، پیغمبر و اصحاب اور وصف و دانش میں انتہائی لطیف پیرائے میں بیان کیے ہیں۔ عالمی ادب میں نثر سے پہلے شاعری سے پہلے نثر ادبی اظہار کا وسیلہ رہی ہے۔ چاہے تخلیقی کاوش پیش کرنی ہو یا تاریخ مرتب کرنی ہو۔ فارسی ادب میں شاہ نامہ کی روایت از منہ قدیم سے قائم رہی ہے۔ شاہ ناموں کی صورت میں ایران اپنی شاہی تاریخ محفوظ رکھتا ہے۔ اس کی ایک شاندار مثال "شاہ نامہ فردوسی" ہے. جس میں تمام اہم تاریخ ساز بادشاہوں کا ذکر کیا گیا ہے ہر باب میں الگ بادشاہ کا احوال درج کیا گیا ہے۔ گویا بادشاہوں کو اور ان کے شاندار کارناموں کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی کتاب ہے۔ شاعری، اور قصہ کہانیاں صدیوں کا سفر کر کے بھی زندہ رہتی ہیں۔ اس لئے بادشاہ اپنی تاریخ لکھوانے کے بجائے شاعری کو ترجیح دیتے تھے۔ اسی ذیل میں ہر بادشاہ نے ادب کی سرپرستی کی ہے۔ جس کی پزیرائی میں ان کو ادب کا حصہ بنا کر زندہ و جاوید رکھا ہے۔ اس کے ساتھ یہ جزو بھی لازم ہے کہ منشاء شاہ کے مطابق ان کو ادب کا حصہ بنایا جائے۔ کیا ادب اپنے اظہار میں آزاد ہے؟ یا منشا شاہ کے مطابق۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تاریخ اگر بادشاہ کی زیر سرپرستی لکھی جائے تو جانبدار ہوتی ہے۔ مخالفین لکھیں تو تعصب پر مبنی ہوگی۔ ایسی صورت میں ادب وہ واحد میڈیم ہے جہاں ہم کسی شخصیت کو اپنے سماجی اور زمانی مقام و مرتبے میں دیکھ سکتے ہیں۔ فارسی ادبیات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی بادشاہ خود کو تاریخ کے ساتھ ادب کا حصہ بھی بننا چاہتے تھے ادب کا حصہ ہونے کو ترجیح دیتے تھے۔

ایرانی بادشاہوں میں سے کچھ بادشاہ اپنے زمانے میں عمدہ نظام سلطنت اور عدل و انصاف کی وجہ سے معروف ہیں۔ ان میں ساسانی بادشاہ، اردشیر بابکان، بہرام گور، کسریٰ نوشیرواں، ہرمز بن قباد کے نام اس اعتبار سے خاصے اہم ہیں۔ یہ سب بادشاہ فارسی ادب میں اپنے بہترین نظام حکومت اور عدل کی مثال رہے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ سب بادشاہ قبل اسلام، زردشتی مذہب رکھنے والے تھے۔ ان تمام بادشاہوں میں سے "نوشیرواں عادل" کا ذکر ہمیں قدیم و جدید فارسی ادبیت کثرت سے ملتا ہے۔ اگر کہیں کہ عدل کی علامت کے طور پر نوشیرواں کو پیش کیا جاتا ہے۔ قدیم شاہ ناموں میں بھی عدل کی مثال ہے۔ اگر شاہ نامہ فردوسی کا جائزہ لیں تو یہاں اس کے تین پہلو پیش کئے گئے ہیں۔ 1: بہترین بادشاہ، 2: عادل و انصاف رکھنے والا، 3: عاقل، ذہین اور علم پرور بادشاہ۔

مشرقی تاریخ میں کسریٰ اول نوشیرواں ایک ایسا بادشاہ مانا گیا ہے جو عدل و انصاف کا نمونہ ہے۔ عربی، فارسی مصنفین نے اس کی دادگستری اور حسن انتظام کی بے شمار حکایتیں بیان کی ہیں۔ یہ کردار داستانوی ادب کا سب سے اہم جزو رہا ہے۔ فارسی اور اردو کی بیشتر داستانوں کا مرکزی بادشاہ "نوشیرواں عادل" "انوشیرواں عادل" ہے۔ تاریخ کے برخلاف اس کا کردار مثبت، متحرک، عوامی فلاح کے لئے مخلص اور عادل دکھایا جاتا ہے۔ شیخ سعدی، گلستان کی حکایات میں نوشیرواں کے عدل اور علم و فراست کے حوالے لکھتے ہیں۔

> "انوشیروان کے عہد سلطنت کے آخری ایام میں ترکستان سے بھیڑیئے عراق منتقل ہو گئے۔۔۔انو شیروان نے بھی متعجب ہو کر موبدوں سے پوچھا کہ بھیڑیوں کے ظہور کی وجہ کیا ہے۔ موبد نے جواب دیا کہ میں نے سنا ہوا ہے کہ جب کسی مملکت میں ظلم عدل پر غالب آجاتا ہے تو بھیڑیئے اس ملک کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ انوشیرواں نے اس توجیہ سے متاثر ہو کر تیرہ آدمی خفیہ طور پر اطراف و اکناف سلطنت میں بھیجے تاکہ وہ گماشتوں اور عمال کے متعلق پوشیدہ طور پر اطلاعات حاصل کریں۔۔۔ جب عمال کی بدکرداری کے متعلق دربار میں عرض کی تو نوشیروان نے ان نوے حکام کی گرن اڑانے کا حکم دیا جو رعایا پر ظلم و تعدی روا رکھتے تھے۔"[7]

داستان امیر حمزہ صاحبقراں کا معاملہ اس اعتبار سے دلچسپ ہے کہ اسے نوعمری میں ہی "نوشیرواں عادل" کے نام سے متعارف کروایا جاتا ہے۔ گویا پیدائش ہی سے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ بادشاہ قباد کو بھی عادل، انصاف پسند اور بہترین منتظم بتایا گیا ہے۔ اس کی وفات پر نوشیرواں تخت نشین ہوتا ہے۔ اسی ذیل میں اس کا مشہور زمانہ عدل و انصاف پر مبنی واقعہ مختلف انداز میں بیان ہوا ہے۔ یہاں ایک تاجر انصاف کا طلبگار ہے اور بزرجمہر کے کہنے پر اس تاجر کی فریاد سنی گئی ہے۔ دادرسی کے بعد یہاں بھی طلائی زنجیر عدل لٹکانے کا حکم نافذ ہوتا ہے۔

> "بزرجمہر نے بادشاہ جمجاہ سے عرض کیا کہ حضور اس مستغیث کو اپنے سامنے بلا کر استفسار حال کیجئے ۔۔۔ انصاف کرنا معاملہ کا ضروری ہے۔ عدم توجہی عدالت سے دور ہے۔۔۔۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اے مرد پیر مصطہ و دلگیر حال بیان کر کہ فلک کج رفتار تجھے کس طرح پیش آیا تجھے کیا حادثہ عظیم درپیش آیا کس نرد ظلم بساط نے تیرے ساتھ چال سے قمار بازی کی۔۔۔ ان دنوں جز جلوسی تخت سلطنت حضور سن کر تحفہ جات و مال عمدہ عمدہ لیکر طرف استانہ دولت نشانہ حضور کے آنے ولا تھا جب قریب ملک مدائین کے پہنچا تمام مال اسباب و خدام کا ایک قزاق نے لوٹ لیا ہمراہیوں کو میرے مار ڈالا۔۔۔ لہذا امیدوار ہوں کہ حضور انصاف پروری اور دادگستری فرمائیں۔۔۔۔ سعد اور سعیداء ابون پر سے اتار

کے زنجیرہائے آہنی محکم پکڑے ہوئے قبضہ میں کئے ہوئے بادشاہ کے سامنے لائے۔ بادشاہ نے جلاد بلوائے اور حکم دیا کہ انواع عقوبت اور عذاب سے ان سب کو قتل کرو۔۔۔"[8]

"وہ بادشاہ عادل طرد وار العمارہ کے روانہ ہوا محل میں قدم رنجہ فرمایا اسی وقت حکم دیا کہ ایک زنجیر طلا کار عدالت پر لگائی جائے مستغیث اُسے ہلائے تا کہ میں اطلاع پاؤں اسکو اپنے سامنے بلاؤں حال سنون اسکا مطلب دلی بر لاؤن اس زنجیر کے سرے کو محل کے اندر خوابگاہ تک پہونچایا اس میں ایک گھنٹہ طلائی لٹکایا تا کہ میں سوتا ہوں اور کوئی مستغیث زنجیر ہلائے مجکو فوراخبر ہو جائے۔۔۔صدائے طلائی زنجیر سے بیدار ہو جاؤں اور۔۔۔اسی وقت عدالت کر کے داد دوں۔[9]

شیخ سعدی گلستان میں اس کے عدل وانصاف کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔ میں نوشیرواں کو عادل، زیرک، دانش مند بادشاہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی ذیل میں ایک واقعہ جو جو تمام تاریخوں اور ادب میں ایک جیسا بیان ہوا ہے۔ وہ ایک بوڑھی عورت کو انصاف فراہم کرنا اور زنجیر عدل قائم کرنے کا ہے۔

"روایت ہے کہ نوشیروانِ عادل شکار کے لیے جا رہا تھا کہ راستے میں ایک بوڑھی عورت کھڑی ہو گئی اور فریاد کر کے بولی:

"اے عادل بادشاہ! میں تجھ سے انصاف مانگتی ہوں، تیرے کارندوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔"

نوشیروان رک گیا، اس کی بات سنی، اور اسے پورا انصاف دیا، اور کہا:

"بادشاہ رعایا سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، کیونکہ سلطنت عدل ہی سے قائم رہتی ہے۔"[10]

عدل و انصاف کے حوالے سے ہمیں ایک شہادت نظام الملک کے "سیاست نامہ" میں بھی ملتی ہے۔ یہی واقعہ شاہ نامہ میں درج ہے۔ گویا تاریخ اور ادب میں یہ واقعہ یکساں درج ہے۔ اور بار ہا اسی کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ سیاست نامہ میں اس کو اچھے بادشاہوں کی عمال کی ذیل میں درج کیا گیا ہے۔ اور آئندہ بادشاہوں کے لئے مثال ہے کہ بادشاہ کو عدل و انصاف اس طرح کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ایک اچھے بادشاہ کو رعیت کے ساتھ اپنے امرا پر بھی گرفت رکھنی چاہیے۔ حکایات سعدی میں یہی واقعہ قدرے اختصار سے بیان ہوا ہے۔

"کہتے ہیں کہ نوشیرواں عادل کے ملازمیں ایک دن شکار گاہ میں شکار کئے ہوئے جانور کے کباب بنانے لگے نمک موجود نہ تھا۔ ایک غلام کو پاس کے گاوں سے نمک لانے کے لیے بھیجا نوشیرواں نے کہا، نمک قیمت دے کر لانا تا کہ رسم نہ پڑ جائے اور گاوں برباد نہ ہو جائے۔ کہا گیا اتنی سی بات سے کیا خلل واقع ہو گا۔ نوشیرواں نے کہا دنیا میں ظلم کی بنیاد اول اول تھوڑی تھی پھر جو آیا اس نے اس پہ کچھ بڑھایا۔ حتیٰ کہ نوبت یہاں تک آ پہنچی۔

کھائے جو ایک سیب رعیت کا بادشاہ　　اس کے غلام باغ کو جڑ سے اکھاڑ دیں
اک انڈا بادشاہ اگر مفت چھین لے　　خدام اس کے مرغ کی بستی اجاڑ دیں" [11]

جب کہ تاریخ میں درج نوشیرواں کے کردار کو دیکھ جائے تو اس میں بادشاہ کی تمام خصوصیات کے ساتھ عدل سے سفاکیت، حکمت عملی سے عیاری تک اور انصاف سے ظلم تک تمام خصوصیات موجود تھیں۔ تاریخ کے مطابق اس نے عوام اور ریاست کے وسیع تر مفاد اور نظام سلطنت کے لیے چار ہزار مزدکیوں کا قتل عام کروایا۔ اور مزدکیت کو اس کے رہنما اور پیروکاروں سمیت نیست و نابود کر دیا، اس اقدام کے پس پردہ حکمت یہ تھی کہ اگر ایک بھی پیروکار باقی رہا تو ریاست کے استحکام کو خطرہ رہے گا۔ اس پورے واقعے میں حکمت، عیاری ذہانت اور سفاکیت برابر نظر آتی ہیں۔ گویا یہ واقعہ ایک الگ داستان ہے۔ یہ واقعہ بہت تفصیل سے نظام الملک طوسی نے، "سیاست نامہ" میں بیان کیا جسے تاریخ طبری اور ایڈورڈ براون اپنی کتاب ہسٹری اور پر شین

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

لٹریچر میں بھی درج کرتا ہے۔ نظام الملک طوسی نے اس واقعے کو بطور مثال پیش کیا ہے کہ ایک بادشاہ کو ریاست اور نظام کی حفاظت کے لئے کیسے فتنہ پردازوں کی سرکوبی کرنی چاہیے۔ جیسے نوشیرواں نے نظام کی بقا کے لئے حکمت اور ذہانت سے مزدکیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر مثال قائم کی ہے۔ گویا اس طرح کے بیانات کے ساتھ نوشیرواں بہترین اور مثالی بادشاہ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ میکیاولی اپنی کتاب بادشاہ میں بھی ایسی مثالیں درج کرتا ہے کہ بطور بادشاہ کچھ امور کو انجام دینے کے لیے ایک بادشاہ کو اسی سفاکیت سے پیش آنا چاہیے۔ کیوں کہ اکثر نرم دلی خطرناک ہوتی ہے۔ اس کی شہادت ہمیں تاریخ طبری سے بھی ملتی ہے۔ جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہاں بادشاہ اس حکمت عملی کو اور قتل عام کو گلوریفائی کیا گیا ہے۔ کہ یہ سب سے احسن اقدام تھا کہ فتنہ پروروں کی سرکوبی کی گئی۔ نوشیرواں نے بہت ذیانت اور عیاری سے چار ہزار موبدوں کو اکٹھا کیا اور ایک ایک کر کے سب کو قتل کروایا۔ اس اودام۔ کے ساتھ کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ اس شاندار اقدام کے نتیجے میں نوشیرواں کو "انوشیرواں "یعنی "غیر فانی روح" کا لقب ملا جو بعد ازاں تاریخ اور ادب میں یادر کھا جاتا ہے۔ (اقتباس) فردوسی

فارسی	اردو ترجمہ
بہ کسری سپردش ھمانگاہ شاہ ...	جب خسرو تختِ شاہی پر بیٹھا
ابا ھر کہ او داشت آیین وراہ	تو اس نے مزدک کے فتنے کا پورا حساب چکا دیا۔
بکشتند شان ھم بہ سان درخت ...	اس نے حکم دیا کہ مرد وزن سب کو اکٹھا کیا جائے
زبر پای وزیرش سر آگندہ سخت	اور اس گمراہ جماعت کے ہاتھ باندھ دیے جائیں۔
نگون بخت رازندہ بردار کرد ...	پھر سب کو قتل کر دیا گیا
سر مردبی دین نگون سار کرد	اور مزدک کو بھی انہی کے درمیان مار ڈالا گیا،
از آن پس بکشتش بہ باران تیر	یوں دنیا اس کے برے مذہب سے پاک ہو گئی۔
تو گر باھشی راہ مزدک بگیر	

[12]

نظام الملک طوسی، سیاست نامہ میں اس قتل عام کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ مزدک نے عورت اور مال کو مشترک قرار دیا ہے اور زرشت کے عہد سے آج تک کسی نے اوستا سے یہ نظریہ پیش نہیں۔۔۔ اگر ان اور زر کو قومی اور مشترکہ میراث ہی سمجھا جائے تو انسان حیوانون اور چوپایوں کی سطح پر اتر آئے گا۔

تیسرا جزو ہے عالم اور ذہین و فطین ہونا۔ اس کی مثال ہمیں شاہنامہ فردوسی کے ان دفتروں، "پادشاھی قباد چھل وسہ سال بود" اور "پادشاھی کسری نوشین روان چھل وھشت سال بود" میں ملتی ہے۔ جہاں نوشیرواں کا مکالمہ عالم ووزیر اعظم، بزرجمہر سے ہے۔ یہی بحث ہمیں داستان امیر حمزہ صاحبقراں میں بھی ملتی ہے۔ جہاں بزرجمہر کے ساتھ علمی و عقلی علوم پر گفتگو ہو رہی ہے۔ یہاں بزرجمہر سامع ہے اور خطاب نوشیرواں کر رہا ہے۔ گویا کل علم کا حافظ ہو۔ یہ مثال اس کی علم پروری کی طرف لے جاتی ہے۔ نوشیرواں نے ایک یونیورسٹی بنائی تھی۔ جس میں دنیا بھر کے علوم پر تحقیق کی جاتی تھی۔ روم سے پانچ پادریوں کو تعصب کی بنیاد پر علاقہ بدر کی سزا دی گئی۔ ان پادریوں کو نوشیرواں نے اپنے ہاں جگہ دی اور رومی علوم کو فارسی میں ترجمہ کرنے پر معمور کیا۔ علمی بحثوں میں حصہ بھی لیتا رہا۔ نولد، تاریخ آل ساسان میں نوشیرواں کے خصائل کی نہایت تلخیص کرتا ہے۔

> "بہ حیثیت مجموعی خسرو (نوشیرواں) یقیناً ایران کے سب سے بڑے اور سب سے بہتر بادشاہوں میں ہے لیکن اس کی عظمت و خوبی اس کو اندھا دھند بے رحمی سے نہ روک سکی اور حق و راستی کا اسے اس قدر پاس تھا جس قدر اھل ایران کو (جن میں ان کے بہترین افراد بھی شامل ہیں) ہوا کرتا ہے [یعنی بہت کم] نفس واقعہ یہ ہے کہ مزدکیوں کے استیصال، رومیوں (بزنطینوں) کی سرکوبی اس کے

دانشمندانہ آئین قومی اغراض کی نگہداشت اور اس کے عہد (۵۳۱ - ۵۷۸) کی سرسبز اور مرفہ حالت ان تمام چیزوں نے ایشیا میں اس کے نام کو چار چاند لگادئے ہیں اور وہ سلاطین کے لئے بہترین نمونہ خیال کیا جاتا ہے۔"[13]

گلستان سعدی میں ایک حکایت میں نوشیر وان کے معاملہ فہم اور عالم ہونے پر دلیل ہے۔

"کوئی شخص نوشیر وان عادل کے پاس یہ خوش خبری لایا کہ آج حضور کے فلاں دشمن کو خدا نے اٹھالیا ہے۔ نوشیر واں نے کہا، کیا کہیں یہ بھی سنا ہے کہ مجھے چھوڑ دے گا۔
اگر دشمن مر گیا تو یہ کوئی خوشی کا محل نہیں کیوں کہ ہماری زندگی بھی تو دائمی نہیں ہے۔"[14]

نوشیر واں کے حالات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کثیر المزاہب نظریات رکھتا تھا ع۔ لم ادب اور فلسفہ کو فروغ دے رہا تھا تو اپنے ملک میں پیش کئے جانے والے مذہب مزدکیت کی جابرانہ طریقے سے سرکوبی کیوں کی۔؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ دارالترجمہ میں ترجمہ و اشاعت کردہ علوم صرف اس وقت تک پڑھے اور لکھے جارہے تھے جب تک وہ مزدکیت کی طرح ریاست اور بادشاہت کے مقابل نہ کھڑے ہو جائیں۔

"بادشاہ کو لوگوں کے دلوں میں اپنا خوف اس طرح پیدا کرنا چاہیے کہ اگر ان کی محبت حاصل نہ ہو تو خیر مگر ان کی نفرت کا شکار بھی نہ ہو۔۔۔"محبت بہتر ہے یا دہشت؟" میں بطور خلاصہ بس اتنا کہوں گا کہ بادشاہ سے محبت کا دارومدار رعایا پر ہے اور دہشت کا دارومدار ہے خود اس پر۔ تو عقلمند بادشاہ کو ان بنیادوں پر عمارت کھڑی کرنی چاہیے جو اس کے اختیار میں ہوں۔ نہ ان پر جن پر دوسروں کا اختیار ہو۔ البتہ نفرت سے بچنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔"[15]

سیاست نامہ میں نوشیر واں کی تخت نشینی کے حوالے سے نظام الملک طوسی، نوشیر وان کے بادشاہت کے بارے موقف لکھتے ہیں،

"۔۔۔ نوشیر واں عادل کے مزاج میں عدل و انصاف کی صفتیں کوٹ کوٹ کر بھری تھیں، ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میرے باپ میں عقل و تدبیر کی کمی ہے دل اس کا نرم ہے اور بہت جلد دھوکا کھا جاتا ہے"۔[16]

یہ وہ روایات ہیں جو بادشاہت کے استحکام اور نشاۃ الثانیہ کے لئے ضروری ہے کہ بادشاہ ایسے انتظامات کرے کہ وہ عوام کے لئے ناقابل تسخیر اور محسن قرار دیا جائے۔ یہ وہ حصہ ہے جو ہمیں تاریخ کی کتابوں میں تو مل جاتی ہیں لیکن ادب کا حصہ نہیں ہوتیں۔ ادب میں صرف ان معلومات کا تذکرہ ملتا ہے جن کو زندہ رکھنا ضروری تھا۔ بطور بادشاہ نوشیر واں کو گلوریفائی کیا گیا۔ ہم کہ سکتے ہیں کہ فارسی ادب کبھی نظام شاہی سے باہر نہیں نکل سکا۔ وہ تمام قصہ کہانیاں جو فارسی ادب سے ماخوذ ہیں ان سب میں بطور بادشاہ نوشیر واں کا کردار سفر کرتا اردو ادب میں منتقل ہو گیا ہے۔۔۔ اردو داستانوں میں ہمیں مقامی بادشاہ کے کردار کم ملیں گے جہاں بھی بادشاہ کا ذکر آئے گا وہ نوشیر واں کا ہی عکس ہو گا۔ چاہے وہ باغ بہار کا بادشاہ آزاد بخت ہو یا سب رس کا بادشاہ عقل ہو۔ داستان امیر حمزہ چھیالیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا دفتر نوشیر واں نامہ دو جلدوں پر مشتمل ہے اس کے ماخذات دیکھیں تو داستان کی اصل فارسی "رموز حمزہ"، حاجی قصہ خواں ہمدانی کا تحریر کردہ ہے۔ مسلم سلطنت کا حصہ بننے کے بعد ہندوستانی داستان گو کہانیوں کا اضافہ کرتے گئے۔ یوں زیب داستاں کو بڑھاتے چلے گئے۔ اسلام ہمیں ایک نظام ریاست اور نظام معاشرت دیتا جو بہترین نظام ہے۔ اس کے متوازی ہمیں فارسی ادب میں بہترین نظام ریاست کے لئے زرتشتی مذہب کے بادشاہ اور ان کا نظام بادشاہت ملتا ہے جو کہ اسلام کے پیش کردہ نظام سے مختلف ہے۔ دوسری اہم بات فارسی ادب اور تاریخ کی جن مثالوں کو تحقیق کے لئے برتا گیا ہے وہ ادب بعد از اسلام لکھا گیا ہے۔ نوشیر واں عدل کی علامت کے طور پر استعمال ہوتا ہے یعنی اس کا کردار آفاقی حیثیت حاصل کر گیا ہے۔ یہ حیثیت اسے ادب کی بنیاد پر ملی ہے نا کہ تاریخ کی بنیاد پر۔ جب بھی داستان امیر حمزہ کسی نئی صورت میں پیش ہو گی، امیر حمزہ کے متوازی، نوشیر واں کا کردار نئی صدی میں زندہ ہو گا اور بہترین بادشاہ کے طور پر پیش کیا جائے گا۔ اس سارے منظر نامے کو تہذیبی تفوق اور تہذیبی اجارہ داری کہتے

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہیں۔ ابو الحسن المسعودی اپنی کتاب "مروج الذہب" میں ایرانیوں کے اسی تہذیبی برتری کو بیان کرتا ہے جس نے تہذیب، علم اور نظام کی سطح پر اہل عرب کو متاثر کیا۔

> "ثقافتی اور تمدنی اعتبار سے ایران عرب کو مسخر کر رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایرانی نہایت ذہین و فطین واقع ہوئے ہیں، ساتھ ہی وہ اپنے ملک و تہذیب اور ثقافت کے معاملے میں متعصب بھی ہیں۔۔۔ ادبیات کے سلسلے میں بھی ایرانیوں کا اثر ظاہر ہوا: ابن مقفع نے ایرانی علمی میراث کو عربی میں منتقل کرنے کی کامیاب کوشش کی، کلیلہ ودمنہ عربی میں ترجمہ ہوئی، نتیجہ یہ نکلا کہ وہی ایرانی جو سیاسی طور پر عباسیوں کے مفتوح تھے، ثقافتی اور تمدنی طور پر ان کے فاتح بن گئے۔ ایسا ہونا طبعاً ناگزیر تھا، ایرانی اپنے آپ کو ہر مذہبی سانچے میں ڈھال سکتے ہیں اور مختلف عقائد و تصورات سے سمجھوتا کر سکتے ہیں، اس سے انھوں نے دربار میں پہنچ کر عرب مسلمانوں سے بھی زیادہ اپنی دین داری کی دھاک بٹھادی۔ ذہین تو تھے ہی، اب جب مناصب جلیلہ پر پہنچے تو عرب میں ایرانی ثقافت کی بنیاد رکھ دی۔ ایرانیوں کے تفوق اور ذہنی تابناکی کی داستان بڑی دراز ہے، اس مرحلے پر صرف اتنا کہنا کافی ہو گا کہ انہوں نے عربی کا ملا آدم ہونے کے بعد مختلف علوم و فنون پر کتابیں لکھیں اور ایرانی نقطہ نظر سے تاریخی کوائف کی جانچ کی، طبری سے لے کر نصیر الدین طوسی تک ایرانیوں کی ثقافتی فتوحات کے ایک سلسلہ ہے جس کی مختلف کڑیوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔"[17]

بڑی تہذیبیں فتح ہو جاتی ہیں۔ لیکن تہذیبی تفوق اور برتری انھیں ہمیشہ حاصل رہتی ہے۔ ایران کو عربوں نے فتح کیا لیکن وہ خود ایران کی تہذیب سے، ادب اور ثقافت سے اتنے متاثر ہوئے کہ حکم حاکم کی بجائے حکم مفتوح کے زیر اثر آگئے۔ یہی مثال ہمیں تاریخ یونان و روما میں ملتی ہے۔ یہی صورتحال ہمیں برصغیر کے کلاسیک ادب میں نظر آتی ہے ہماری کلاسیکی اصناف، غزل، مثنوی، قصیدہ، اور داستان پر فارسی ادب کے گہرے اثرات ہیں۔ یہ ایک علمی برتری ہے جو ہمارے ادب پر قائم رہی ہے۔ یہ تہذیبی برتری ہم اپنی مرضی سے اختیار کرتے ہیں۔ اس کے دوسری جانب یہ نقصان ہوتا ہے کہ مقامی ادب میں بڑے موضوعات اور خیالات پیدا ہی نہیں ہوتے۔

بادشاہت کے ادارے کا قیام اور استحکام، رعایا کے لئے بادشاہ کی تقدیس، وہ اہم نظریات ہیں جس کی بنیاد پر حقوق جمہور، بادشاہت کے مقابلے پر کبھی کھڑی نہیں ہو سکی ہے۔ جب کہ عوامی حقوق کے نظریات عوام کو اختیارات دیتے ہیں اس کے باوجود عوام اپنی بقا، بادشاہت کی سائے میں تلاش کرتے ہیں۔ یعنی بادشاہ ان کی بہتر زندگی کا ضامن ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فلسفیانہ نظریات اور انقلابات اسی صورت میں بار پاتے ہیں، جب ان کو سمجھنے والے خاطر خواہ لوگ موجود ہوں۔ مزدکیت ایسا ہی نظریہ تھا جس کے ساتھ عوامی شعور نہیں تھا۔ مذہب قدیم کی طرف اندھی تقلید تھی۔ جب یہ تقلید ادب کا روپ اختیار کرتی ہے تو تاریخ ادب کا حصہ بن جاتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ محمد باقر، ڈاکٹر، تاریخ ساسانیاں، پبلشرز یونائیٹڈ لمیٹڈ، لاہور، 1954، ص132
2۔ ایڈورڈ گبن، مترجم: مظفر حسن ملک، ڈاکٹر، تاریخ انحطاط و زوال سلطنت روما (جلد، سوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2010ء، ص340
3۔ لغت نامہ دہخدا، (جلد۳)، ناشر: چھاپ خانہ دانگاہ، تہران، 1344ھ ش، ص464
4۔ نولدکہ، تاریخ آل ساسان، بحوالہ مقبول بیگ بدخشانی، ادب نامہ ایران، نگارشات، لاہور،، ص295
5۔ محمد باقر، ڈاکٹر، تاریخ ساسانیاں، پبلشرز یونائیٹڈ لمیٹڈ، لاہور، 1954، ص138
6۔ فردوسی، ابوالقاسم۔ شاھنامہ۔ تصحیح جلال خالقی مطلق۔ تہران: مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، 1386ھ ش۔

آن لائن نسخہ: گنجور۔ https://ganjoor.net/ferdousi/shahname/anooshirvan

7۔ ابو جعفر بن جریر طبری، تاریخ طبری، الفیصل پبلیشر، کراچی،، 2008ء، ص 701-700

8۔ شیخ تصدق حسین، داستان امیر حمزہ (جلد اول، نوشیرواں نامہ)، مطبع نامی نول کشور، کانپور، 1898ء، ص 44-45

9۔ شیخ تصدق حسین، داستان امیر حمزہ (جلد اول، نوشیرواں نامہ)، مطبع نامی نول کشور، کانپور، 1898ء، ص 49-50

10۔ شیخ سعدی، گلستان، (مترجم، محمد عبد الطیف، ڈاکٹر)، پیکجز لمیٹڈ، لاہور، 1987ء، ص 44

11۔ شیخ سعدی، گلستان، (مترجم، محمد عبد الطیف، ڈاکٹر،)پیکجز لمیٹڈ، لاہور، 1987ء، ص 60

12۔ فردوسی، ابوالقاسم۔ *شاھنامہ*۔ تصحیح جلال خالقی مطلق۔ تہران: مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، 1386ھ ش۔
آن لائن نسخہ: گنجور۔ https://ganjoor.net/ferdousi/shahname/anooshirvan

13۔ ایڈورد براؤن (مترجم: سید سجاد حسین) تاریخ ادبیات ایران، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، انڈیا، ۲۰۰۸ء، ص ۷۱-۷۲

14۔ شیخ سعدی، گلستان، (مترجم، محمد عبد الطیف، ڈاکٹر)، پیکجز لمیٹڈ، لاہور، 1987ء، ص 32

15۔ میکیاولی، (مترجم: محمود حسین، ڈاکٹر)، بادشاہ، فکشن ہاوس، لاہور، 2008ء، ص 130-128

16۔ نظام الملک طوسی، خواجہ، (مترجم: شاہ حسین عطا) سیاست نامہ، نفیس اکیڈمی، کراچی، س۔ن، ص 213

17۔ ابوالحسن المسعودی، تاریخ مسعودی (مروج الذہب)، نفیس اکیڈمی، کراچی، 1985ء، ص 624-625